آہ! مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ

رفتید ولے نہ ازدل ما!

مولانا ازہر صاحب
مدیر ماہنامہ "الخیر" ملتان

الحمدلله وسلام علیٰ عباده الذین اصطفیٰ۔ امابعد :

شعبان المعظم سنہ 1421ھ کا سب سے بڑا علمی اور تعلیمی حادثہ ترجمانِ احناف، وکیلِ اہل سنت، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر (رحمتہ اللہ علیہ) کی المناک رحلت ہے۔ 3 شعبان المعظم کو رات ساڑھے دس بجے جامعہ خیر المدارس کے ناظم اعلیٰ مولانا نجم الحق صاحب سلمہ نے فون پر اس سانحہ فاجعہ کی اطلاع دی، تو کچھ لمحوں کے لیے یقین نہ آیا کہ خوش مزاج وخوش رو، بے تکلف وبے نفس، وقت کے عظیم مناظر، جامعہ خیر المدارس کے شعبہ التخصص فی الدعوۃ والارشاد کے رئیس، فقہ حنفی کے مایہ ناز ترجمان نکتہ رس ونکتہ آفریں، ہمارے مولانا محمد امین صاحب ہم سے رخصت ہوگئے ہیں۔

انالله وانا الیه راجعون۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا ہے : ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

حضرت مولانا محمد امین صفدر ہمارے دور کی ان چند ممتاز ویگانہ ہستیوں میں شمار ہوتے تھے جنہوں نے اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ نہایت جواں مردی اور استقامت سے کیا اور بحث ومناظرہ کے میدان میں انہیں ہمیشہ شکستِ فاش دی۔ قادیانیت، عیسائیت اور رافضیت کے علاوہ لامذہبیت اور بدعت کے فتنوں کا بھی آپ نے بھرپور تعاقب فرمایا۔ مناظرہ کے میدان میں حق تعالیٰ شانہ نے آپؒ کو غیر معمولی ذہانت وذکاوت کے ساتھ نکتہ رسی، نکتہ آفرینی، وسعتِ نظر اور استحضار علم کی نعمتوں سے مالامال فرمایا تھا۔ صرف اہلِ حدیث حضرات (باصطلاحِ جدید) کے ساتھ آپ کے مناظروں کی تعداد ایک سو سے زائد ہے، جن میں سے ہر مناظرہ میں مولانا صفدرؒ سرخ رو اور کامیاب قرار پائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سیکڑوں بلکہ ہزاروں افراد کو اسلافِ امت پر اعتماد ویقین کی دولت عطا فرمائی۔

آپؒ کا وجود حق تعالیٰ کی شانِ عطا وجود وسخا کا عظیم نشان تھا۔ جس طرح ہمارے ہی دور کے عظیم مناظر حضرت مولانا لال حسین اختر رحمتہ اللہ علیہ قادیانیت سے تائب ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور پھر علمی دنیا میں قادیانیت کے خلاف ایسے دلائل وبراہین قائم کیے اور قادیانی مبلغین کا تعاقب کر کے انہیں پے در پے اتنی شکستیں دیں کہ قادیانی مولاناؒ کے نام ہی سے گھبرانے لگے۔ اسی طرح مولانا محمد امین صفدرؒ بھی ابتدا میں غیر مقلدین کے پاس پڑھتے رہے اور ذہنی طور پر انہی کے ہم نوا رہے، مگر غیر مقلدین کی غلط بیانیوں اور مغالطہ آمیزیوں نے آپ کی حق پسند وحق جو طبیعت کو بہت جلد ان سے متنفر کر دیا اور آپؒ کو یہ یقین ہو گیا کہ اعتماد علی السلف کے بغیر دین کا محفوظ رہنا ممکن ہے۔ لامذہبیت سے حنفیت کی طرف رجوع کی روئے داد کو آپؒ نے اپنے ایک مقالے "میں حنفی کیسے بنا؟" میں بہت دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ یہاں اس پورے قصہ کا نقل کرنا تو باعثِ طوالت ہوگا۔ البتہ اس کا آخری حصہ جسے مولانا مرحوم نے لطیفہ کا عنوان دے کر بیان کیا ہے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا، فرماتے ہیں :

"ایک دن نسائی کا سبق تھا اور مسئلہ قرأت خلف الامام کا۔ میں بھی سبق میں بیٹھا مگر کتاب ہاتھ میں نہ لی۔ استاد جی نے پوچھا: کتاب کہاں ہے؟ میں نے کہا کمرے میں۔ فرمایا: لایا کیوں نہیں؟ میں نے کہا وہ تو مشرک کی لکھی ہوئی ہے۔ میں کیوں ہاتھ لگاؤں؟ (غیر مقلدین حضرات تمام مقلدین کو مشرک قرار دیتے ہیں اور امام نسائیؒ امام شافعیؒ کے مقلد ہیں۔ مولاناؒ کا اشارہ اسی طرف تھا۔ از ہر) استاد جی نے بل تو کھائے مگر خاموش رہے۔ امام نسائیؒ نے باقاعدہ باب باندھا ہے: "باب تاويل قوله تعالىٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون" اور پھر حدیث لائے ہیں: اذا قرأ فانصتوا۔ گویا خدا اور رسول ﷺ دونوں کا حکم ہے کہ امام جب قرأت کرے تو مقتدی خاموش رہیں۔ یہ آیت اور حدیث استاد صاحب کے خلاف تھی۔ استاد صاحب اس حدیث کو شہید کرنے پر تل گئے فرمایا: ابو خالد احمر مدلس ہے یہ حدیث جھوٹی ہے۔ ابو خالد احمر کا کوئی متابع دنیا کی کسی حدیث کی کتاب میں موجود نہیں۔ میں نے علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے بات کی۔ وہ بھی متابع نہ دکھا سکے۔ میں نے آٹھ دس مناظرے کیے، کوئی ماں کا لعل جواب نہ دے سکا۔"

میں تو مطالعہ کر کے بیٹھا تھا۔ دل ہی دل میں استاد جی کی اس جرأت پر شرمسار ہو رہا تھا مگر زبان سے خاموش تھا کہ استاد صاحب کی نظرِ عنایت مجھ پر ہوئی۔ فرمایا: "او حنفی! خالد کا کوئی متابع ہے؟" حالانکہ میں ابھی حنفی نہیں ہوا تھا۔ میں نے کہا: استاد جی! آپ اوپر کو منہ اٹھا کر بیٹھے ہیں۔ اس طرح متابع کیسے نظر آئے گا۔ ذرا آنکھیں کتاب پر لگائیں تو اسی کتاب میں اس کا متابع محمد بن سعد انصاری موجود ہے۔ اور میں نے اٹھ کر اس پر انگلی رکھ دی۔

اب تو استاد صاحب غصے میں گالیوں پر اتر آئے۔ میں نے آہستہ سے تسبیح نکال کر پاس رکھ دی۔ فرمایا: یہ کیا؟ میں نے عرض کیا: آپ نے جو گالیوں کی تسبیح پڑھنی ہو، وہ پڑھ لیں، پھر مجھے بتائیں کہ آخر آپ کو سامنے پڑی ہوئی کتاب میں یہ متابع نظر کیوں نہیں آیا؟ بس پھر تو لاٹھی سے پٹائی شروع ہو گئی اور مجھے مدرسے سے نکال باہر کیا گیا۔ اب میں "اعلاء السنن" اور حضرت مولانا محمد حسن صاحب محدث فیض پوری کی کتاب "ستہ ضروریہ" اور "الدلیل المبین" وغیرہ کا مطالعہ کرتا رہا۔ لیکن ابھی ذہن سے غیر مقلدیت نکل نہیں رہی تھی۔ کوئی فقہ کا مسئلہ دیکھتا، اس کے لیے حدیث کی تلاش میں بھاگتا۔ کئی ماہ بعد پھر ذہن نے پلٹا کھایا۔ اب اگر کوئی آیت یا حدیث پڑھتا تو ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا کہ اس کا جو مطلب ذہن میں آیا ہے وہ مرزا قادیانی کی طرح نیا ہی ہے یا اکابر اور اسلاف نے بھی یہی مطلب سمجھا ہے۔ تو اب خود رائی و خود بینی کی بیماری ذہن سے نکلی اور غیر مقلدیت کا روگ دل سے رخصت ہوا اور میں اہلِ سنت والجماعت حنفی مسلک پر جم گیا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اس مسلکِ حق پر استقامت نصیب فرمائیں، آمین۔"

مولانا مرحوم کو حق تعالیٰ شانہ نے تبلیغ و تفہیم اور تعلیم و تدریس کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ مشکل سے مشکل علمی مضامین کو آپ عام مجامع میں ایسے سہل ممتنع انداز میں بیان فرماتے کہ عوام وخواص سب ہی جھوم اٹھتے۔ آپؒ کے تمام خطبات پر کشش، پر تاثیر اور مدلل ہوا کرتے تھے۔ فن رجال پر آپ کی بہت گہری نظر تھی اور بلا مبالغہ ہزاروں رواۃ حدیث کے اسماء و کنی اور حالات آپؒ کو ازبر تھے، اس فن کی بناء پر اہل حدیث حضرات کو مولاناؒ کے مقابلہ میں اس وقت بہت خفت اٹھانا پڑتی جب وہ احناف کے استدلال کو کمزور کرنے کے لیے کسی راوی کا مجروح ہونا ثابت کرتے تو مولاناؒ اسی راوی کی متعدد ایسی روایتیں ان کے سامنے بیان فرما دیتے جن کو وہ نہ صرف صحیح سمجھتے ہیں بلکہ ان پر عمل بھی کرتے ہیں، لینے اور دینے کا یہ دہرا معیار، حدیث تو کیا قرآن کے بھی خلاف ہے۔

مولانا مرحوم اس دور میں بلاشبہ اسلاف کے اخلاص وایثار اور تقویٰ وللّٰہیت کا نمونہ تھے، وعظ و تبلیغ اور مناظروں کے لیے آپؒ نے سینکڑوں سفر فرمائے ہوں گے، لیکن عام واعظین کی طرح آپؒ کرایہ کے عنوان سے کبھی کوئی رقم طے نہیں فرماتے تھے۔ اور سفر کے لیے بھی عام بس یا ریل میں اکانومی کلاس یا سیکنڈ کلاس اختیار فرماتے تھے۔ بہت سے ایسے حضرات سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں جو مولاناؒ کو تقریر کے لیے لے گئے اور تقریر کے بعد واپس پہنچا گئے۔ نہ ان کی طرف سے کوئی پیشکش نہ مولانا کی طرف سے کوئی مطالبہ۔ غالباً آپ اس مسئلہ میں اپنے مرشد اول، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ قدس سرہ کے مسلک پر حتی الامکان عمل کرتے تھے، جو وعظ و تبلیغ کا کسی قسم کا معاوضہ قبول نہیں فرماتے تھے۔ حضرت مولاناؒ کو اپنے شیخ حضرت لاہوریؒ سے انتہائی عقیدت ہی نہیں، والہانہ محبت تھی۔ ان کی مجاہدانہ زندگی، بے لوث دینی خدمات، اتباع سنت اور مشتبہ مال سے اجتناب کے واقعات آپ سے متعدد بار سننے کا اتفاق ہوا۔ یک مرتبہ آپؒ نے حضرت اقدس لاہوریؒ سے اپنی بیعت کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: "ایک دن میں "خدام الدین" میں حضرت لاہوریؒ کی مجلسِ ذکر کی تقریر پڑھ رہا تھا، جس میں آپ کا فرمان تھا کہ جسمانی آنکھیں تو اللہ تعالیٰ نے گدھوں اور کتوں کو بھی دی ہیں۔

آنکھیں تو اصل دل کی ہیں۔ اگر یہ روشن ہو جائیں تو انسان کو حرام حلال کا امتیاز ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ قبر کے پاس سے گزرے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبر جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا۔ میں یہ پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک ماسٹر صاحب جن کا نام رشید احمد تھا، وہ ہال کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا اور کہتے آرہے تھے کہ کسی نے حرام نوٹ لینا ہے، یہ حرام ہے حرام۔ میں نے کہا مجھے دے دو۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے تم کیا کرو گے؟ میں نے حضرت لاہوریؒ کی مجلسِ ذکر کی وہ تقریر سنائی اور کہا لاہور چلتے ہیں اور امتحان لیتے ہیں کہ خود حضرت لاہوریؒ کو حلال حرام کی تمیز ہے یا نہیں؟ اس پر چار پانچ ٹیچر اور تیار ہو گئے۔ ہم سب نے ایک ایک روپیہ اپنے پاس سے لے لیا۔ ایک روپے کے سیب اپنے روپے سے، اور ایک کے حرام روپے سے خریدے۔ اس طرح پانچ پھل ہم نے خرید لیے اور ہر پھل پر کوئی ایک نشانی لگا دی کہ یہ سیب حرام روپے کا ہے اور وہ حلال روپے کا ہے۔ یہ کینو حرام روپے کا ہے وہ حلال کا۔ غرضیکہ ہم پھل لے کر لاہور پہنچ گئے اور حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں جا پیش کیے۔ حضرتؒ نے پھلوں کی طرف دیکھا، پھر ہماری طرف دیکھا اور فرمایا: "بھئی یہ کیا لائے ہو؟" میں نے عرض کیا: حضرت! زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں، یہ کچھ ہدیہ ہے۔ فرمایا: ہدیہ لائے ہو یا میرا امتحان لینے آئے ہو؟ یہ فرما کر آپؒ نے ان مختلف پھلوں کو الگ الگ کر دیا اور فرمایا یہ حلال ہیں، یہ حرام ہیں۔ اب ہم نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے سختی سے فرمایا: "چلے جاؤ، تم بیعت کے لیے تھوڑا آئے ہو، تم تو امتحان کے لیے آئے تھے۔" اور ہمیں اٹھا دیا۔ ہم واپس اسٹیشن پر آگئے۔ گاڑی آئی۔ باقی چاروں ساتھی سوار ہو گئے۔ مگر میرا دل سوار ہونے کو نہ چاہا۔ میں ٹکٹ واپس کر کے شاہدرہ اپنے ہم زلف کے ہاں چلا گیا اور اگلے دن فجر کی نماز مسجد شیر انوالا میں حضرت کی اقتدا میں ادا کی۔ نماز کے بعد درس کی جگہ پر حضرتؒ نے درسِ قرآن ارشاد فرمایا۔ درس کے بعد چند ساتھی بیعت کے لیے بڑھے، میں بھی ساتھ بیٹھ گیا۔ دیکھ کر مسکرا کر فرمایا: اچھا ب بیعت کے لیے آگئے ہو؟ میں نے عرض کیا: حضرت! حاضر ہو گیا ہوں۔ حضرتؒ نے بیعت فرمایا اور اسمِ ذات، استغفار اور درود شریف کی تسبیحات کی تعلیم فرمائی۔"

مولانا مرحوم علمی تبحر، وسعتِ مطالعہ اور غیر معمولی ذہانت وذکاوت کے باوجود مجسمۂ انکسار تھے۔ اس تواضع وبے نفسی کا اندازہ ان کی سادگی، بے تکلفی، محبت بھری گفتگو اور خوش مذاقی سے بآسانی ہو جاتا تھا۔ احقر نے ایک مرتبہ "الخیر" کے ناظم مولوی فیاض احمد صاحب سلمہ، کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ "میں حاضر خدمت ہونا چاہتا ہوں۔" تھوڑی دیر کے بعد یہ دیکھ کر حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ حضرت مولاناؒ بنفسِ نفیس دفتر "الخیر" میں چلے آرہے ہیں۔ مجھے انتہائی ندامت وشرمندگی ہوئی اور یہ احساس ہوا کہ پیغام بھیجنے سے بہتر حاضر ہو جانا ہی تھا، تاکہ حضرت مولاناؒ کو یہ تکلیف نہ ہوتی۔ احقر کی حیثیت مولاناؒ کے شاگردوں سے بھی کم تر ہے۔ یہ ان کی محبت وشرافت، مروت واخلاق اور تواضع وبے نفسی کا کمال تھا کہ وہ چھوٹوں کو بھی بڑا بنا دیتے تھے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی جہاں تقاریر قوت استدلال، نکتہ شناسی اور نکتہ آفرینی کا بہترین نمونہ ہوتی تھیں وہاں آپ کی تحریر بھی علمی وفقہی نکات اور حقائق ومعارف کا شاہکار ہوتی تھی۔ آپؒ سنہ 1414ھ میں جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف صاحب جالندھری زید مجدہم کی دعوت پر جامعہ خیر المدارس میں تشریف لائے اور تخصص فی الدعوۃ والارشاد کی صدر نشینی کو عزت بخشی۔ سنہ 1414ھ سے حضرت مولاناؒ نے "الخیر" میں باقاعدہ لکھنے کا آغاز فرمایا جو آپ کے سانحہ وفات تک کسی تعطل کے بغیر باقاعدگی سے جاری رہا۔

آپؒ حیرت انگیز حد تک سریع القلم تھے۔ آپ کا مسودہ ہی مبیضہ ہوتا۔ ابتداء میں جب آپ نے "الخیر" کے لیے مضامین لکھنے شروع کیے تو میں کافی عرصے تک یہی سمجھتا رہا کہ مولاناؒ کے پاس مختلف عنوانات پر تحریر شدہ مضامین موجود ہیں۔ انہی میں سے مولاناؒ ہر ماہ مضمون اٹھا کر دے دیتے ہیں۔ یہ غلط فہمی یا بدگمانی اس وقت رفع ہوئی جب کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ مغرب کے وقت کسی خاص عنوان کے تحت مولاناؒ سے مضمون کی درخواست کی گئی اور اسی رات کو صبح کو مولاناؒ نے 16 سے 20 صفحات تک کا مضمون عنایت فرما دیا۔ میرے استفسار پر ایک مرتبہ مولاناؒ نے فرمایا کہ میں اپنے لکھے ہوئے مضمون پر نظر ثانی نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ جب میں نظر ثانی کرنے لگتا ہوں تو اس قدر نئے نکات ذہن میں آتے ہیں کہ اگر انہیں شامل کیا جائے تو ایک اور مستقل مضمون تیار ہو جائے، اس لیے میں جو قلم برداشتہ لکھتا ہوں وہ "الخیر" کے سپرد کر دیتا ہوں۔

مولانا مرحوم غیر معمولی ذہانت، وذکاوت میں اسلاف کی یادگار ہونے کے علاوہ فنا فی العلم ہونے میں بھی اکابر کا نمونہ تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں ذہن رسا عطا فرمایا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ "بحمد اللہ میں مطالعہ سے کبھی نہیں تھکتا۔" مولانا کامل توجہ اور انہماک سے مطالعہ کرتے تھے اور مطالعہ

ے ساتھ ہی اہم علمی نکات اور لطائف وظرائف کی نشاندہی کتاب کے شروع میں خالی صفحات پر کرتے جاتے۔ اس طرح ایک نئی فہرست وجود میں آجاتی صل فہرست سے کہیں زیادہ نافع اور عمیق ہوتی۔ مولاناؒ کے زیرِ مطالعہ تمام کتب اس طرح کی الیبلی فہرستوں سے مزین ہیں۔ قرآن کریم کی آیات، ح ستہ کی احادیث اور تاریخ وسیر کے واقعات عام لوگ بھی پڑھتے پڑھاتے ہیں، لیکن مولانا انہی آیات واحادیث اور تاریخی واقعات سے ایسے ایسے نکات و نف اور حقائق ومعارف اخذ فرماتے کہ سامعین وقارئین ان کی نکتہ آفرینی وبلند خیالی پر عش عش کر اٹھتے۔ مولاناؒ کی کوئی ملاقات اور مجلس علمی نکات و رف اور عالمانہ خوش طبعی سے خالی نہ ہوتی۔ ہم جیسے طلباء کو ان کی مجالست میں بہت سی ایسی قیمتی معلومات لمحوں میں حاصل ہو جاتیں جن کے لیے نوں مطالعہ درکار ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا مرحوم کا شمار ان ہستیوں میں ہوتا تھا جن کی رحلت کسی فرد، ادارہ یا انجمن کا غم نہیں پوری ملت ان کی جدائی کے صدمے سے دل برداشتہ ہے اور ان کے اٹھ جانے سے صرف نسبی پسماندگان کے لیے نہیں بلکہ تمام علمی حلقوں کے لیے ایسا مہیب خلا پیدا ہو گیا ہے جس کے پُر ہونے کے دور دور تک کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

مولانا مرحوم نے قادیانیت، عیسائیت اور رافضیت کے خلاف ٹھوس علمی کام کے علاوہ برصغیر میں لامذہبیت اور غیر مقلدیت کے اثرات کو ختم کرنے کے لیے غیر معمولی ہمت اور قوت ایمانی کا مظاہرہ کیا۔ انہیں اس بات پر شرح صدر ہو چکا تھا کہ فتنوں کے اس دور میں اسلاف پر اعتماد کے بغیر ایمان کی حفاظت ممکن نہیں اور ایمان واعمال کی حفاظت کے لیے تقلید بہت بڑا اور مضبوط حصار ہے۔ اگر یہ حصار ٹوٹ جائے تو انسان قادیانیت، رافضیت یا انکارِ حدیث جیسے فتنوں میں کسی وقت بھی مبتلا ہو سکتا ہے۔ یہ بات بلاخوف وتردید کہی جاسکتی ہے کہ اس وقت فتنہ ترکِ تقلید پر جس قدر ٹھوس علمی مطالعہ مولانا مرحوم کا تھا، کسی اور عالم کا نہیں ہے۔ اہلِ حدیث علماء (باصطلاح جدید) مولاناؒ کے علم وفضل، قوتِ استدلال اور مناظرانہ مہارت کے پیشِ نظر ان سے مباحثہ ومناظرہ سے کتراتے تھے۔ سنا ہے کہ ایک مرتبہ مشہور اہل حدیث عالم علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم نے مولاناؒ سے مناظرہ کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن ظرہ سے قبل مولاناؒ کی تقریر سن کر مناظرہ کا خیال ترک کر دیا۔ برصغیر میں فقہ حنفی کے فروغ اور دفاع کی تاریخ مرتب کرتے وقت مؤرخ حضرت رانا محمد امین صفدرؒ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیے بغیر نہیں گزر سکتا۔

یاد رکھیں جب لکھیں تاریخ گلشن کی : ہم نے بھی لٹایا ہے چمن میں آشیاں اپنا

مولاناؒ کی زندگی نوجوان طلباء اور علماء کے لیے قابلِ قدر نمونہ ہے۔ آپؒ نے زندگی کا کوئی لمحہ کسی بے کار اور لایعنی مشغلہ میں نہیں گزارا۔ جامعہ ر المدارس میں وہ اپنی درسگاہ میں نمازِ فجر سے لے کر رات بارہ بجے تک درس وتدریس اور مطالعہ میں منہمک نظر آتے اور ان کی تمام تر مشقتوں اور کاوشوں ا محور اسلام کی صحیح تعبیر اور اسلاف پر اعتماد کی دعوت تھی۔ عالم آخرت میں وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ

حاصلِ عمر نثار رہ یارے کردہ ام : شادم از زندگی خویش کہ کارے کردہ ام

اعلان

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان رسالہ سہ ماہی "وفاق" کے اس شمارے میں وفاق المدارس کے نظام امتحانات سے متعلق ضروری معلومات اور دیگر قیمتی مضامین ومقالات کے علاوہ اس سال شعبان سنہ 1421ھ کو منعقد ہونے والے امتحانات کے نتائج شامل ہیں۔ سہ ماہی وفاق مختلف علاقوں میں وفاق المدارس کے مسؤلین یا آپ کے قریبی کسی بھی بڑے اسلامی کتب خانے سے دستیاب ہو سکے گا۔

شائقین حضرات ان سے وصول کر سکتے ہیں۔ (ادارہ)